نظام کی تبدیلی یا ذاتی اصلاح !

محمد یاسر حبیب

myasirhabib@hotmail.com

عنقریب الیکشن کی آمد آمد ہے ہر کسی نظریں الیکشن پر لگی ہوئی ہیں ،لوگ بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بیروزگاری سے تنگ آ چکے ہیں اور اس بات کے خواہاں ہیں کہ اب ہمارا نظام حکومت بدلنا چاہئے ہر کوئی یہی چاہتا ہے کہ ملک میں امن قائم ہو انصاف کا بول بالا ہو ،روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی سے نجات ملے اور امن قائم ہو لیکن کیسے؟ جب سے پاکستان وجود میں آیا اس وقت سے لے کر آج تک کتنے حکمران آئے اور گئے ،لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر دورِ حکومت کے اندر نقصان ملک کو ہی ہوا کسی کے دورِ حکومت میں ہم اپنے آدھے ملک کو گنوا بیٹھے تو کسی کے دور حکومت میں ہم نے قانون کی دھجیاں بکھیر دیں الغرض یہ کہ ارضِ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد سے لے کر اب تک ہم نے بہت کچھ کھویا ہی ہے، پایا کچھ بھی نہیں ۔لیکن اس کے باوجود آنے والے ہر الیکشن میں ہم پُر امید ہوتے ہیں کہ اس بار ملک کی تقدیر بدلے گی آنے والا حکمران جو کوئی بھی ہو ملک میں خوشحالی اور استحکام لائے گا ،روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے ،بیروزگاری کا خاتمہ ہوگا ،ملکی معیشیت کو استحکام حاصل ہوگا ۔الیکشن میں کھڑا ہونے والا ہر امیدوار اپنے مستقبل کے منصوبوں کو اس ہوشربا انداز میں پیش کرتا ہے کہ سن کر ایسا لگتا ہے کہ اس بار تو واقعی ملک کی تقدیر سنور کر ہی رہے گی لیکن نتیجہ وہی حسبِ سابق صفر نکلتا ہے۔

شرعی اعتبار سے ووٹ ایک شہادت ہے آپ جس شخص کو اپنا ووٹ دیتے ہیں گویا آپ اس کے بارے میں یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص آپ کی نظر میں اسمبلی کی رکنیت یا حکومت کا اہل ہے اور آپ کے حلقۂ انتخاب میں آپ کے نزدیک اس منصب کے لئے اس شخص سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ،لہٰذا ''ووٹ'' پر شرعی اعتبار سے وہ تمام احکام جاری ہوتے ہیں جو شہادت پر جاری ہوتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس اکیسویں صدی کے اندر بھی حکمران خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ جیسا دیکھنا چاہتا ہے وہ عمر فاروقؓ جن کے دورِ حکومت کے اندر عدل و انصاف کا بول بالا تھا کیونکہ اس وقت حاکم باوجود حکمران ہونے کے اپنے آپ کو قوم کا خادم سمجھتا تھا ،وہ خود تو راتوں کو جاگا کرتا تھا لیکن اس کی رعایا چین کے نیند سویا کرتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان کی رکھوالی کرنے والا بیدار ہے یہی وجہ ہے جس کی بناء پر آج بھی حضرت عمر فاروق کے دور کو یاد کیا جاتا ہے ،ہم میں سے ہر کوئی اس بات کا خواہشمند ہے ہمیں عمر بن عبدالعزیز جیسا باوصف حکمران ملے ۔لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی آج بذاتِ خود اپنے محاسبے کے لئے تیار نہیں ،ہم میں سے کوئی شخص یہ سوچنے کا روادار نہیں کہ ہم پر حکومت کرنے والے افراد بھی تو ہم ہی میں سے چنے گئے افراد ہیں جو اسی معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں جو اسی قوم کے فرد ہیں ۔لیکن اس کے باوجود وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کر نہیں پاتے جو

وعدے وہ قوم سے کرتے ہیں ان کی تکمیل کبھی نہیں ہو پاتی آخر کس وجہ سے؟

حدیث میں آتا ہے" أعمالكم عمالكم" جس طرح کے تمہارا اعمال ہوں گے تم پر حکمران بھی اسی جیسے مسلط کئے جائیں گے!

اگر آج ہم اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنا محاسبہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ خود ہمارے اپنے نامۂ اعمال کی شامت ہے جس کی سزا ہمیں مل رہی ہے، کہیں مہنگائی کی صورت میں تو کہیں بیروزگاری کی صورت میں اور کہیں آفتوں اور مصائب کی شکل میں، ہمیں سمجھنا ہوگا اس بات کو کہ حکومتیں ملکی حالات نہیں بدل سکتیں، حکومتیں حالات بگاڑ تو سکتی ہیں لیکن سنوار نہیں سکتیں۔ اسلئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملکی حالات بدلیں تو اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں اپنی حالت بدلنا ہوگی۔ دوسروں پر تنقید کرنا یا ان کے کام میں خرابی کا نکال لینا بہت سہل ہے لیکن خود اپنے نفس کی اصلاح کرنا بے حد مشکل ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ملک کے حالات بدلیں تو سب سے پہلے ہمیں خود کو بدلنا ہوگا اپنے آپ کو اپنے رب کا مطیع اور فرمانبردار بنانا ہوگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اس ملک میں فحاشی کے عام ہونے پر خوش ہوں اور امید رکھیں کے اللہ تعالیٰ ہمیں عمر فاروقؓ جیسا حکمران عطا کرے گا۔ ہم اس ملک میں حقوق نسواں بل کے پاس ہونے پر خوشی سے پھولے نہ سمائیں اور امید رکھیں کی رب کریم ہمیں عمر بن عبدالعزیز جیسا باوصف عادل حکمران عطا کرے گا۔ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے انقلاب تب ہی آتے ہیں جب قومیں اپنی اصلاح کرتی ہیں، اپنا طرزِ زندگی بدلتی ہیں، حالات میں سدھار تب ہی وقوع پذیر ہوتا ہے جب قوم من حیث القوم اپنے آپ کو بدلے، قرآن پاک میں آتا ہے "ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا بانفسھم"

ترجمہ : اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت نہ بدلے۔

آج اگر دیکھا جائے تو اپنے رب کی وہ کون سی نافرمانی ہے جس کے ہم مرتکب نہیں ہو رہے ، ہمارا کلچر، ہمارا معاشرہ، ہماری تہذیب ہمارے دن رات الغرض یہ کہ سب کی سب گناہوں سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ جب تک ہم اپنی اس روش پر قائم ہیں جب تک ہم گناہ کو گناہ نہیں سمجھیں گے اس وقت تک ہم مسائل میں گھرے رہیں گے خواہ وہ مسائل مہنگائی سے متعلق ہوں یا بیروزگاری سے متعلق۔ سوائے اپنے رب کے حضور توبہ کے ان مسائل سے چھٹکارا نہیں پایا جا سکتا ، حالات کو بدلا نہیں جا سکتا حکمرانوں کے ہم کتنی ہی گالیاں کیوں نہ دے دیں ہمارے اس گالی دینے یا برا بھلا کہنے سے کچھ نہیں ہوگا، اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے گریبان میں جھانکیں اپنا محاسبہ کریں اور اپنے گناہوں پر توبہ استغفار کریں ورنہ خدا نہ کرے کہ ہماری ہاتھ سے یہ وقت بھی نکل جائے اور سوائے افسوس کے اور ہاتھ ملنے کے کچھ نہ بچے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راستے پر چلنے اور صحیح راستے کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔